# فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۰۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

**سوال**: نماز جنازہ میں کتنی تکبیرات ہیں؟

**جواب**: رسول اللہ ﷺ سے نماز جنازہ میں چار، پانچ اور نو تکبیرات ثابت ہیں۔

## چار تکبیرات:

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى أَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا .

''نبی کریم ﷺ نے اصحمہ نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی، آپ ﷺ نے چار تکبیرات کہیں۔''

(صحيح البخاري : 1334، صحيح مسلم : 952)

## پانچ تکبیرات:

❀ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ زَيْدٌ يُكَبِّرُ عَلٰى جَنَائِزِنَا أَرْبَعًا، وَإِنَّهٗ كَبَّرَ عَلٰى جَنَازَةٍ خَمْسًا، فَسَأَلْتُهٗ فَقَالَ : كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُهَا .

''سیدنا زید رضی اللہ عنہ جنازے پر چار تکبیریں کہتے تھے، ایک جنازہ پر پانچ تکبیریں

کہیں، تو میں نے اس بارے سوال کیا، فرمایا: رسول اللہ ﷺ بھی (کبھی) پانچ تکبیریں کہا کرتے تھے۔''

(صحيح مسلم : 957)

## نوتکبیرات:

❁ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ يَوْمَ أُحُدٍ بِحَمْزَةَ فَسُجِّيَ بِبُرْدِهِ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهِ فَكَبَّرَ تِسْعَ تَكْبِيرَاتٍ ثُمَّ أُتِيَ بِالْقَتْلٰى يُصَفُّونَ وَيُصَلِّي عَلَيْهِمْ وَعَلَيْهِ مَعَهُمْ .

''نبی کریم ﷺ اُحد کے دن سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حکم دیا کہ انہیں چادر میں لپیٹ دیا جائے۔ پھر آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور نو تکبیرات کہیں۔ پھر دوسرے شہدا لائے گئے، ان کی نماز جنازہ کے لیے صفیں بنائی گئیں، پھر نبی ﷺ نے ان شہدا اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔''

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي :503/1، وسندهٗ حسنٌ)

## فائدہ:

❁ عمران بن حدیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ مَعَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَلٰى جِنَازَةٍ، فَكَبَّرَ عَلَيْهَا ثَلَاثًا لَمْ يَزِدْ عَلَيْهَا، ثُمَّ انْصَرَفَ .

''میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک جنازے میں شریک تھا،

آپ رضی اللہ عنہ نے تین تکبیرات کہیں، اس سے زائد نہ کہیں، پھر سلام پھیر دیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 11456، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ابومعبد مولی ابن عباس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلٰى جَنَازَةٍ فَكَبَّرَ ثَلَاثًا .

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اقتدا میں نماز جنازہ پڑھی، آپ رضی اللہ عنہ نے تین تکبیرات کہیں۔''

(الأوسط لابن المنذر : 3133، وسندهٗ صحيحٌ)

دراصل یہ چار تکبیریں ہی تھیں، پہلی تکبیر یا آخری تکبیر کو شمار نہیں کیا، واللہ اعلم!

نماز جنازہ میں چھ، سات اور آٹھ تکبیرات کے بارے میں مروی ساری کی ساری روایات ضعیف ہیں۔

(سوال): کیا شہید پر نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے؟

(جواب): شہید کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

❁ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا، فَصَلّٰى عَلٰى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَاتَهٗ عَلَى الْمَيِّتِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن (میدان اُحد کی طرف) تشریف لے گئے اور (آٹھ سال بعد) شہدائے اُحد پر اسی طرح نماز جنازہ پڑھی، جس طرح میت پر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔''

(صحيح البخاري : 1344، صحيح مسلم : 2296)

❀ علامہ ترکمانی حنفی رحمہ اللہ (۷۵۰ھ) لکھتے ہیں:

دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهُ الصَّلٰوةُ الْمَعْهُودَةُ الشَّرْعِيَّةُ لَا الدُّعَاءُ وَالْاِسْتِغْفَارُ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ (نبی کریم ﷺ نے جو شہدائے اُحد پر نماز جنازہ پڑھی تھی) وہ حقیقی نماز جنازہ تھی، دعا یا استغفار مراد نہیں۔''

(الجَوهر النّقي : 14/4)

❀ ایک صحابی معرکہ میں زخمی ہو کر شہید ہو گئے۔

كَفَّنَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰه عَلَيهِ وَسَلَّمَ فِي جُبَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عَلَيهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَدَّمَهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ .

''نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنے جبہ میں کفن دیا، پھر ان کی میت کو سامنا رکھا اور نماز جنازہ ادا کی۔''

(سنن النّسائي : 1953، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِمْ .

''شہدائے اُحد پر نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی۔''

(صحيح البخاري : 1343)

❀ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

أَحَادِيثُ الصَّلَاةِ قَدْ شَدَّ مِنْ عَضُدِهَا كَوْنُهَا مُثْبَتَةً وَالْإِثْبَاتُ مُقَدَّمٌ عَلَى النَّفْيِ، وَهٰذَا مُرَجَّحٌ مُعْتَبَرٌ .

''شہید پر نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں مروی مختلف احادیث مقدم ہیں،

کیونکہ ان میں اثبات ہے اور اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے، یہ معتبر ترجیح ہے۔''

(نیل الأوطار : 55/4)

**سوال**: کیا عورت جانور ذبح کرسکتی ہے؟

**جواب**: عورت جانور ذبح کرسکتی ہے، اس کا ذبیحہ بالاتفاق جائز ہے، خواہ حائضہ ہی ہو۔ قربانی ہو، عقیقہ ہو یا عام گوشت۔

❁ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ﴾ (المائدة 5 : 3)

''جس جانور کو آپ نے ذبح کیا ہو، وہ حلال ہے۔''

آیت کے عموم سے ثابت ہوا کہ شرعی طریقہ کے مطابق ذبیحہ حلال ہے، خواہ ذبح کرنے والا مرد ہو یا عورت، مسلمان ہو یا کتابی، آزاد ہو یا غلام، حائضہ ہو یا نفاس والی۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں؛

قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : نَاوِلِينِي الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ، قَالَتْ : فَقُلْتُ : إِنِّي حَائِضٌ، فَقَالَ : إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ .

''رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد سے مجھے حکم فرمایا: چٹائی پکڑائیں۔ عرض کیا: میں تو ماہواری میں ہوں۔ فرمایا: ماہواری آپ کے ہاتھ میں نہیں ہے۔''

(صحیح مسلم : 298)

ثابت ہوا کہ حیض ذبح میں رکاوٹ نہیں بنتا۔

❁ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ امْرَأَةً ذَبَحَتْ شَاةً بِحَجَرٍ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ، فَأَمَرَ بِأَكْلِهَا .

''ایک عورت نے پتھر سے بکری ذبح کی۔ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے اسے کھانے کا حکم دیا۔''

(صحيح البخاري : 5504)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

فِيهِ جَوَازُ أَكْلِ مَا ذَبَحَتْهُ الْمَرْأَةُ سَوَاءً كَانَتْ حُرَّةً أَوْ أَمَةً، كَبِيرَةً أَوْ صَغِيرَةً، مُسْلِمَةً أَوْ كِتَابِيَّةً، طَاهِرًا أَوْ غَيْرَ طَاهِرٍ، لِأَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِأَكْلِ مَا ذَبَحَتْهُ، وَلَمْ يَسْتَفْصِلْ .

''ثابت ہوا کہ عورت آزاد ہو یا لونڈی، چھوٹی ہو یا بڑی، مسلمان ہو یا کتابیہ، حائضہ ہو یا غیر حائضہ، اس کا ذبیحہ کھانا جائز ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے عورت کا ذبیحہ کھانے کا حکم دیا ہے اور آپ نے مرد و زن کے ذبیحہ میں فرق نہیں کیا۔''

(فتح الباري : 633/9)

۞ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے ہاتھ سے قربانی کا جانور ذبح کریں۔

(جزء لُوَيْن : 58، وسندهٗ حسنٌ)

۞ حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنِّي لَأَذْبَحُ، وَإِنِّي لَجُنُبٌ .

''جنابت میں ذبح کر لیتا ہوں۔''

(مسند علي بن الجعد : 305، وسندہٗ صحیحٌ)

جنبی جانور ذبح کر سکتا ہے، تو حائضہ بھی کر سکتی ہے۔ دونوں کے احکام ایک ہیں، الا یہ کہ کسی دلیل سے استثنا ثابت ہو جائے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

تَجُوزُ ذَكَاةُ الْمَرْأَةِ وَالرَّجُلِ، وَتَذْبَحُ الْمَرْأَةُ وَإِنْ كَانَتْ حَائِضًا، فَإِنَّ حَيْضَتَهَا لَيْسَتْ فِي يَدِهَا، وَذَكَاةُ الْمَرْأَةِ جَائِزَةٌ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ، وَقَدْ ذَبَحَتِ امْرَأَةٌ شَاةً، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَكْلِهَا.

''مرد وزن کا ذبیحہ جائز ہے۔ ذبح کرنے والی عورت خواہ حائضہ ہی ہو، کیونکہ اس کا حیض اس کے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔ تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ عورت کا ذبیحہ جائز ہے، ایک عورت نے بکری ذبح کی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھانے کا حکم دیا تھا۔''

(مَجموع الفتاوٰی : 234/35)

**سوال**: کیا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے؟

**جواب**: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے۔

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ، وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ.

''آپ میں سے جو بھی برائی دیکھے، وہ اسے ہاتھ سے روکے، اگر اس کی

استطاعت نہیں، تو زبان سے روکے، اگر اس کی بھی طاقت نہیں، تو دل میں برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔''

(صحیح مسلم: 49)

❁ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْأَمْرُ عَلَى الْوُجُوبِ؛ لِأَنَّ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ مِنْ وَاجِبَاتِ الْإِيمَانِ، وَدَعَائِمِ الْإِسْلَامِ، بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ الْأُمَّةِ، وَلَا يُعْتَدُّ بِخِلَافِ الرَّافِضَةِ فِي ذٰلِكَ؛ لِأَنَّهُمْ إِمَّا مُكَفَّرُونَ؛ فَلَيْسُوا مِنَ الْأُمَّةِ، وَإِمَّا مُبْتَدِعُونَ؛ فَلَا يُعْتَدَّ بِخِلَافِهِمْ؛ لِظُهُورِ فِسْقِهِمْ.

''یہ حکم واجب ہے، کیونکہ کتاب وسنت اور اجماع اُمت سے ثابت ہے کہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ایمان کے واجبات اور اسلام کے بنیادی اور اہم ترین اُمور میں سے ہے۔ اس مسئلہ میں روافض کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ وہ یا تو کافر ہیں، یوں وہ اُمت (اجابت) سے خارج ہیں، یا وہ بدعتی ہیں، کہ ان کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ ان کا فسق بالکل واضح ہے۔''

(المُفهِم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم: 233/1)

روافض کہتے ہیں کہ مہدی کے ظہور تک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب نہیں۔ روافض کا مہدی منتظر ایک افسانہ ہے۔

**سوال**: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ کس نے پڑھایا؟

**جواب**: اس بارے میں کچھ ثابت نہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ وصیت ثابت نہیں

کہ انہیں رات کو دفن کیا جائے۔

مسلمانوں نے آپ رضی اللہ عنہا پر نماز جنازہ پڑھی۔ یہ کہنا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدہ کے جنازہ میں شریک نہ ہوئے، ثابت نہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيٌّ لَيْلًا، وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ وَصَلَّى عَلَيْهَا .

''جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں، تو انہیں ان کے خاوند سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے رات ہی دفن کر دیا اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خبر نہ دی۔ نماز جنازہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔'' (صحيح البخاري: 4240، صحيح مسلم: 1759)

یہ امام زہری رحمہ اللہ کا ادراج ہے۔ امام رحمہ اللہ کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں۔ لہٰذا روایت منقطع ہے۔

❀ علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي الْخَبَرِ مَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ أَبَا بَكْرٍ لَمْ يَعْلَمْ بِمَوْتِهَا، وَلَا صَلَّى عَلَيْهَا، وَلَا شَاهَدَ جَنَازَتَهَا، بَلِ اللَّائِقُ بِهِمْ، الْمُنَاسِبُ لِأَحْوَالِهِمْ حُضُورُ جَنَازَتِهَا، وَاغْتِنَامُ بَرْكَتِهَا، وَلَا تَسْمَعُ أَكَاذِيبَ الرَّافِضَةِ الْمُبْطِلِينَ، الضَّالِّينَ، الْمُضِلِّينَ .

''اس روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات حسرت آیات کی خبر نہ ہوئی، آپ نے سیدہ کا نماز جنازہ نہیں پڑھا اور نہ

جنازے میں حاضر ہوئے۔ بلکہ تمام صحابہ کرام کے لائق اور شایان شان یہی ہے کہ وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں شریک ہوئے تھے اور ان کی برکت سے مستفید ہوئے تھے۔ روافض کی بہتان بازیوں پر مت جایئے، کہ وہ تو باطل پرست، خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے ہیں۔''

(المُفهِم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم : 569/3)

**سوال**: کیا زہری رحمہ اللہ مدلس ہیں؟

**جواب**: امام محمد بن مسلم ابن شہاب زہری رحمہ اللہ بالاتفاق مدلس ہیں۔

❀ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلزُّهْرِيُّ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عُرْوَةَ هٰذَا الْحَدِيثَ؛ فَلَعَلَّهٗ دَلَّسَهٗ .

''زہری نے یہ حدیث عروہ سے نہیں سنی، شاید انہوں نے تدلیس کی ہو۔''

(عِلَل الحديث لابن أبي حاتم : 968)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

...... دَلَّسَهٗ بِإِسْقَاطِ اثْنَيْنِ .

''......زہری نے اس سند میں (سلیمان بن ارقم اور یحییٰ بن ابی کثیر) دونوں کا واسطہ گرا کر تدلیس کی ہے۔''

(فتح الباري : 587/11)

**سوال**: کیا صحابہ کرام ایک دوسرے کی تقلید کرتے تھے؟

**جواب**: شرع میں تقلید ناجائز اور حرام ہے۔ کسی مسلمان کے لیے تقلید جائز نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کی تقلید نہیں کرتے تھے۔

❁ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ سے قتال کا ارادہ کیا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے علمی اختلاف کیا، بعد میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں رجوع کر لیا:

وَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ قَدْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ .

''اللہ کی قسم! اس مسئلہ میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو شرح صدر عطا کر دیا تھا، میں بھی جان گیا کہ یہی حق ہے۔''

(صحيح البخاري : 1400، صحيح مسلم : 20)

ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ان کے لیے ایسا کرنا ہرگز ممکن نہیں تھا، کیونکہ تقلید مذموم ہے اور بالا جماع جہالت وضلالت ہے۔

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

يَعْنِي بِمَا ظَهَرَ لَهٗ مِنْ حُجَّتِهٖ عَلَيْهِ وَبَيَّنَهٗ لَهٗ مِنْ ذٰلِكَ، لَا أَنَّ عُمَرَ قَلَّدَهٗ وَاعْتَقَدَ عِصْمَتَهٗ كَمَا يَذْهَبُ إِلَيْهِ الرَّوَافِضُ مِنْ عِصْمَةِ الْإِمَامِ وَيَحْتَجُّ بِمِثْلِ هٰذَا .

''یعنی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دلیل اور بیان سے (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو شرح صدر ہو گیا۔) اس لیے نہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تقلید کی اور انہیں معصوم جانا، جیسا کہ روافض ائمہ کی عصمت کا دعویٰ کرتے ہیں، وہ اس جیسی روایات کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔''

(إكمال المُعلم بفوائد مسلم :244/1)

❁ علامہ ابن رسلان رحمہ اللہ (۸۴۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمُجْتَهِدَ لَا يُقَلِّدُ الْمُجْتَهِدَ، وَزَعَمَتِ الرَّافِضَةُ أَنَّ عُمَرَ وَافَقَ أَبَا بَكْرٍ تَقْلِيدًا وَبَنَوْهُ عَلٰى مَذْهَبِهِمِ الْفَاسِدِ فِي وُجُوبِ عِصْمَةِ الْأَئِمَّةِ، وَهٰذِهٖ جِهَالَةٌ مِنْهُمْ ظَاهِرَةٌ.

''مجتہد مجتہد کی تقلید نہیں کرتا۔ روافض کا خیال ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تقلید کی۔ روافض ائمہ کی عصمت کے وجوب پر اس روایت کواپنے فاسد مذہب کی دلیل بناتے ہیں، یہ ان کی واضح جہالت ہے۔''

(شرح سنن أبي داود : 427/7)

**سوال**: کیا حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کے عقائد اہل سنت والے تھے؟

**جواب**: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) اہل سنت کے معتبر مفسر، مؤرخ اور محدث تھے۔ آپ عقائد اہل سنت کا پرشار کرنے والے اور سلف امت کے نظریات کے حامل تھے، اہل سنت کے منہج پر قائم تھے، جس کی گواہی ان کی اپنی تصانیف دیتی ہیں۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م:۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

لٰكِنَّ أَهْلَ السُّنَّةِ يَتَكَلَّمُونَ بِعِلْمٍ وَّعَدْلٍ، وَيُعْطُونَ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهٗ.

''اہل سنت علم اور عدل کے ساتھ کلام کرتے ہیں اور ہر حق دار کو اس کا حق دیتے ہیں۔''

(منهاج السّنّة : 358/4)

❀ نیز فرماتے ہیں:

مَنْ سَلَكَ سَبِيلَ أَهْلِ السُّنَّةِ اسْتَقَامَ قَوْلُهٗ، وَكَانَ مِنْ أَهْلِ الْحَقِّ وَالِاسْتِقَامَةِ وَالِاعْتِدَالِ، وَإِلَّا حَصَلَ فِي جَهْلٍ وَّكَذِبٍ

وَّتَنَاقُضٍ كَحَالِ هٰؤُلَاءِ الضُّلَّالِ.

''جو اہل سنت کے طریقہ پر چلا، اس کا قول درست ہوگا اور وہ حق، استقامت اور اعتدال والا ہوگا۔ جو اہل سنت کے راستہ پر نہ چلا، وہ جہالت، جھوٹ اور تناقض کا شکار ہو جائے گا جیسا کہ ان گمراہوں کی حالت ہے۔''

(مِنهاج السّنّة : 313/4)

① سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ لَا يَنْقَضِي حَتّٰى يَمْضِيَ فِيهِمُ اثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً، قَالَ : ثُمَّ تَكَلَّمَ بِكَلَامٍ خَفِيَ عَلَيَّ، قَالَ : فَقُلْتُ لِأَبِي : مَا قَالَ؟ قَالَ : كُلُّهُمْ مِّنْ قُرَيْشٍ.

''نظام کائنات اس وقت تک ختم نہیں ہو سکتا جب تک بارہ خلیفہ نہ ہو جائیں، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ آہستہ سی بات کی میں نہ سن سکا، میں نے اپنے والد محترم سے پوچھا کہ کیا بات کی ہے؟ کہنے لگے: یہ کہ سب خلفاء قریش میں سے ہوں گے۔''

(صحيح البخاري : ٧٢٢٢، صحيح مسلم : ١٨٢١، واللفظ لهٗ)

مؤرخ اسلام، مفسر قرآن، امام اہل سنت، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اس امت میں بارہ نیک و صالح خلفا ہوں گے، جو زمین پر عدل و انصاف قائم کریں گے۔ اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ پے در پے ہوں گے اور ان کا دور بھی تسلسل کے ساتھ ہوگا، بلکہ ان میں سے

چار تو لگا تار ہو چکے ہیں، ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم۔ ائمہ کے نزدیک بلاشبہ ان میں عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور بنوعباس کے بعض خلفا بھی شامل ہیں۔ قیامت کا ظہور تب تک نہیں ہوگا، جب تک ان بارہ کی خلافت نہ گزر جائے۔ لگتا ہے کہ (محمد بن عبداللہ) مہدی بھی ان میں ایک ہوں گئے، جن کے متعلق احادیث میں وارد ہے کہ ان کا نام میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام اور باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا۔ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے، جیسے وہ ظلم وزیادتی سے اٹااٹ بھری ہوئی ہوگی۔ یہ مہدی شیعوں کا امام منتظر نہیں ہے کہ ان کا گمان ہے کہ وہ ''سامراء نامی غار میں روپوش ہے۔ یہ کلی طور پر بے حقیقت بات ہے۔ بلکہ یہ بے ہودہ عقلوں کا خبطی پن اور کمزور توہمات ہیں۔ ان بارہ اماموں سے شیعہ کے بارہ امام مراد نہیں ہیں، جن کے متعلق اثنا عشریہ روافض اعتقادات رکھتے ہیں۔ یہ سراسر جہالت اور نادانی ہے۔ تورات میں اسماعیل علیہ السلام کی اور ان کی نسل سے بارہ عظیم خلفا کی بشارت بیان کی گئی ہے۔ یہ وہی بارہ خلفا ہیں جن کا ذکر عبداللہ بن مسعود اور جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہم کی حدیث میں موجود ہے۔ یہودیوں سے مسلمان ہونے والے بعض جاہلوں کو جب شیعہ حضرات ملے، تو ان رافضیوں نے انہیں وہم ڈالا کہ یہ بارہ خلفا ہمارے بارہ امام ہیں، تو ان سے کئی ایک اپنی جہالت، پگلے پن، کم علمی اور حدیث رسول سے ناواقفیت کی بنا پر شیعہ مذہب قبول کرلیا۔''

(تفسير ابن كثير : ٣/٦٥، ٦٦)

نیز فرماتے ہیں:

''اس حدیث کا مفہوم ہے کہ اس امت میں بارہ پارسا و عادل خلیفہ ہوں گے۔ یہ شیعہ کے مذعوم بارہ ائمہ نہیں ہیں، کیوں کہ ان میں اکثر کو تو کوئی اقتدار ملا ہی نہیں، جب کہ یہ خلیفہ تو قریش میں ہوں گے۔ خلافت ملتے ہی عدل قائم کریں گے۔ ان کی بشارت سابقہ کتب میں بھی موجود ہے۔ پھر ان کے متعلق یہ بھی شرط نہیں کہ یہ لگا تار ہوں گے، بل کہ بعض تسلسل سے اور بعض انقطاع کے ساتھ۔ لگا رتار خلیفہ بننے والوں میں ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ پھر ایک وقفہ کے بعد جس کا اللہ نے چاہا، ظہور فرما دیا۔ باقیوں کے اوقاتِ ظہور کا حقیقی علم اللہ کے پاس ہے۔ ان بارہ میں مہدی بھی شامل ہیں کہ جن کا نام و کنیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام و کنیت کے مطابق ہوگی، زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے، جیسے ظلم و تشدد سے بھری ہوئی ہوگی۔''

(تفسیر ابن کثیر : ٧٨/٦)

② فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَالِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾(سورة التوبة : ١٠٠)

''ایمان میں سبقت و اولیت حاصل کرنے والے مہاجرین و انصار اور احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں سے اللہ راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ ابد الاباد تک ان کے لیے ایسے باغات کا انتظام کیا ہے، جن کے نیچے دریا

جاری ہیں۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللہ عظیم و کریم نے اس آیت کریمہ میں خبر دی ہے کہ وہ ایمان میں سبقت و اولیت حاصل کرنے والے مہاجرین و انصار اور احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں سے راضی ہو گیا ہے۔ افسوس اس پر جو تمام صحابہ کرام سے بغض رکھتا ہے اور انہیں سب وشتم کا نشانہ بناتا ہے یا بعض نفوس قدسیہ پر ہی اکتفا کرتا ہے۔ خاص کر نبی کریم ﷺ کے بعد صحابہ کے سردار، افضل الصحابہ اور پسندیدہ ترین ہستی میری مراد صدیق اکبر، خلیفۂ اعظم ابو بکر بن ابو قحافہ رضی اللہ عنہما کو شیعہ کا ایک ذلیل و قبیح گروہ اپنے بغض و عناد اور سب وشتم کا نشانہ بناتا ہے۔ العیاذ باللہ! اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی عقلیں ٹیڑی ہیں اور دل الٹے ہیں۔ اللہ کی پسندیدہ شخصیات سے بغض رکھتے ہیں، ان کا قرآن پر کیسے ایمان ہو سکتا ہے؟ اہل سنت تو ہر اس سے راضی ہے، جن سے اللہ راضی ہے۔ ہر اس کو برا کہتے ہیں، جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے برا کہا، اللہ کے دوستوں سے دوستی اور اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھتے ہیں۔ یہ متبع سنت ہیں، بدعتی نہیں، قرآن و حدیث کی پیروی کرتے ہیں، بدعات جاری نہیں کرتے۔ اس بنا پر یہ اللہ کا گروہ ہیں، فوز و فلاح ان کا مقدر ہے اور یہی اللہ کے مومن بندے ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر: ٢٠٣/٤)

③ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ

احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَّإِثْمًا مُّبِينًا﴾(سورة الأحزاب : ٥٨)

''جنہوں نے مومنین اور مومنات کو ایسے بہتان لگا کر تکلیف دی، جن کے وہ مرتکب ہی نہیں ہوئے، تو ان لوگوں نے بہتان بازی کی اور کھلم کھلا گناہ کمایا۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مومنین اور مؤمنات پر عیب جوئی اور تنقیص کی غرض سے ان کے متعلق وہ کچھ نقل کرنا، جو انہوں نے کیا ہی نہیں، واضح بہتان ہے۔ اس وعید کے مصداق اکثر تو اللہ و رسول کے منکر ہیں، پھر وہ روافض، جو صحابہ کرام کی شان میں تنقیص کرتے ہیں، ان پر وہ وہ عیب لگاتے ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ نے انہیں پروانۂ براءت دے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین وانصار صحابہ کرام سے اپنی رضا کا اعلان کیا ہے اور قرآن میں ان کی مدح وستائش کی ہے، لیکن یہ بدبخت جاہل انہیں گالیاں دیتے ہیں، ان کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور ان پاکباز ہستیوں کی بابت ایسے ایسے کام منسوب کرتے ہیں، جن کا انہیں پتا بھی نہیں۔ دراصل ان کے دل ٹیڑے ہیں، ممدوحین کی مذمت کرتے ہیں اور مذمومین کی مدح کرتے ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر : ٦/٤٨٠، ٤٨١)

④ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نیتوں کے خالص اور اعمال کے اچھے تھے۔ ہر دیکھنے والے کو ان کی ہیئت وصورت اور ہدایت خوب بھائے گی۔....﴿ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ﴾ ''ان کی مثالیں تورات میں موجود ہیں'' پھر فرمایا: ﴿وَمَثَلُهُمْ فِي

الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوقِهٖ﴾ ''انجیل میں بھی ان کا تذکرۂ خیر موجود ہے۔ان کی مثال ایسی کھیتی کی مانند ہے، جو انگوریاں نکال کر انہیں مضبوط وگنی کرتی ہے اور تناور ہو جاتی ہے۔'' نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ایسے ہی تھے، جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی نصرت و تائید کی اور آپ کی ڈھارس بندھائی، صحابہ کرام آپ ﷺ کے ساتھ ایسے رہے، جیسے بالیاں کھیتی کے ساتھ ہوتی ہیں۔ پھر فرمایا: ﴿لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ ''تا کہ ان کے ذریعے کفار کو غیظ وغضب کا شکار کر دے۔''...فضائل صحابہ اور ان کی لغزشوں میں تعرض کرنے کی ممانعت میں بہت سی احادیث ہیں۔انہیں اللہ کی تعریف و رضا کافی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيمًا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والے اور نیک و صالح اعمال کرنے والوں سے مغفرت اور اجر جزیل کا وعدہ کیا ہے۔'' اس آیت کریمہ میں حرف 'من' بیان جنس کے لیے ہے۔مغفرت میں گناہوں کی معافی اور اجر عظیم میں اجر جزیل اور عزت کی روزی ہے۔اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق اور سچ ہے،اس میں خلاف ورزی اور تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں۔صحابہ کے نقشِ قدم پر چلنے والے کے لیے بھی یہی وعدہ ہے۔البتہ صحابہ کے لیے خصوصی فضیلت و سبقت اور کمال ہے، جو بعد والوں میں سے کسی کے حصے میں نہیں آ سکتا۔اللہ صحابہ کرام سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں، نیز اللہ تعالیٰ نے ان کا ٹھکانہ جنت الفردوس بنا دیا ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : ۳۶۲/۷، ۳۶۳)

نیز فرمایا:

''روافض مقتل حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق ذکر کرتے ہیں کہ اس روز جس پتھر کو بھی الٹا کیا جاتا، نیچے تازہ خون نظر آتا، سورج بے نور ہو گیا، افق زرد ہو گیا اور پتھروں کی بارش ہونے لگی۔ یہ تمام باتیں بے بنیاد ہیں۔ یقیناً یہ شیعہ کا لچر پن اور جھوٹ ہے۔ تا کہ اس واقعہ کو ہوا دیں، اگر چہ یہ سانحہ بہت عظیم ہے، لیکن جو جھوٹ انہوں نے گھڑ لیے ہیں، وہ تو وقوع پذیر نہیں ہوا۔ جب کہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ تو اس سے بڑا سانحہ ہے، لیکن ان کے ذکر کردہ جھوٹ موٹ کا واقع ہونا ثابت نہیں۔ ان کے والد گرامی سیدنا علی رضی اللہ عنہ، جو بالا جماع ان سے افضل ہیں، بھی رتبہ شہادت نوش فرما گئے، لیکن جو شیعہ نے ذکر کیا وہ تو اس دن بھی واقع نہیں ہوا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیجئے کہ جو محصور اور مظلوم شہید کر دیے گئے، ان کے یوم شہادت ان میں سے کچھ بھی رونما نہیں ہوا۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ محراب میں دوران نماز فجر منصب شہادت پر فائز ہوئے، یوں لگا جیسے مسلمانوں پر اس سے بڑی کبھی مصیبت آئی ہی نہیں، لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ سب کو چھوڑیے دنیا و آخر میں پوری انسانیت کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات والے دن وہ کچھ نہیں ہوا، جو شیعہ یوم شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے دن بیان کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لخت جگر ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وفات والے دن سورج گرہن لگ گیا، لوگوں نے کہا: ابراہیم کی وفات نے سورج کو بھی بے نور کر دیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف پڑھا کر خطبہ دیا اور فرمایا: قمرین

(سورج اور چاند) کو کسی کی موت یا حیات سے گرہن نہیں لگتا۔''

(تفسير ابن كثير : ٢٥٥/٧)

آپ رحمہ اللہ ہی لکھتے ہیں:

''اس (سورت القدر) میں اس بات کی دلیل ہے جس کی طرف ہم توجہ دلا چکے ہیں۔اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ لیلۃ القدر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی تا قیامت ہر سال ہوگی، نہ کہ جیسے شیعہ کے بعض فرقوں کا گمان ہے کہ یہ کلی طور پر ختم کر دی گئی۔شیعہ یہ مفہوم ایک حدیث نبوی سے اخذ کرتے ہیں کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''تو یہ اٹھالی گئی، یقیناً تمہارے لیے اس میں خیر ہے۔'' جب کہ اس کا درست مفہوم یہ ہے کہ اس کا معین وقت اٹھالیا گیا۔ نیز اس سورت میں اس بات دلیل بھی ملتی ہے کہ لیلۃ القدر کا وقوع صرف ماہِ رمضان کے ساتھ خاص ہے۔''

(تفسير ابن كثير : ٤٤٦/٨)

⑤ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ہی لکھتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قولا وفعلا ہر دو طرح موزوں پر مسح کرنا متواتر ثابت ہے جیسا کہ ہماری کتاب ''الاحکام الکبیر'' میں مسح، وقتِ مسح، مسح کی انتہا اور ان سے متعلقہ احکامات کی مکمل تفصیل سے آگاہ کر دیا گیا ہے۔اپنے مقام پر اس پر سیر حاصل گفتگو ہو چکی ہے۔روافض نے بغیر کسی دلیل کے جہالت وضلالت کی بنا پر ان تمام احکام کی مخالفت مول لی ہے، حالاں کہ صحیح مسلم میں سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے موزوں پر مسح ثابت ہے، اسی طرح بخاری ومسلم میں

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ہی نکاح متعہ کی ممانعت بھی ثابت ہے، جب کہ شیعہ حضرات اسے جائز سمجھتے ہیں۔اسی طرح یہ آیت پاؤں کو دھونے کے وجوب پر دال ہے، اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ قرآنی نص کے موافق عمل کرنا ثابت ہے، جب کہ روافض اس سب کی مخالفت کرتے ہیں اور ان کا دامن دلائل صحیحہ سے خالی ہے۔اسی طرح روافض ٹخنوں کے متعلق ائمہ اہل سنت کی مخالفت کرتے ہیں۔ان کے نزدیک کعبین (ٹخنے) پاؤں کی اوپر والی ہڈی کو کہتے ہیں،لہٰذا ہر پاؤں میں ایک کعب (ٹخنہ) ہے۔جب کہ جمہور کے نزدیک کعبین (ٹخنے) پنڈلی اور پاؤں کے ملنے والی جگہ پر ابھری ہوئی دو ہڈیوں کو کہتے ہیں۔ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا :'میرے علم کے مطابق اس کا کوئی بھی مخالف نہیں کہ جن کعبین کو اللہ تعالیٰ نے وضو کے متعلق ذکر کیا ہے ان سے مراد دو ابھری ہوئی ہڈیاں ہیں اور یہ پنڈلی اور پاؤں کے ملنے والی جگہ میں ہوتی ہیں۔'لہٰذا ائمہ اہل سنت کے نزدیک ہر پاؤں میں دو 'کعب' ہوتی ہیں، لوگوں میں بھی یہی معروف ہے، سنت میں بھی یہی ثابت ہے، نیز بخاری و مسلم میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے دورانِ وضو اپنے دائیں پاؤں کو کعبین (ٹخنوں) سمیت دھویا اور اسی طرح بائیں پاؤں کو دھویا۔''

(تفسیر ابن کثیر : ۳/۵۸۔۵۹)